بشیر احمد ڈار

علم الاخلاق

مسلمانوں کی علمی تاریخ میں اخلاقی مسائل کی طرف پوری توجہ کی گئی۔ کیونکہ مذہب کا اوّلین مقصد ہی انسانی معاشرے کی اخلاقی اصلاح تھا۔ لیکن ان مسائل پر فلسفیانہ حیثیت سے بہت کم بحث کی گئی۔ ابن مسکویہ، غزالی، جلال الدین اور شیخ سعدیؒ کی کتابوں میں فضائل و رذائل کی مفصل بحث تو ضرور ملتی ہے۔ مگر علمی حیثیت سے شاید اخلاقیات ہمارے ہاں کبھی بھی علیحدہ موضوع نہیں بن سکا۔ اس کی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ جہاں فلسفہ، منطق، ہیئت وغیرہ علوم میں مسلمانوں نے یونانی، ہندی، مصری سبھی تہذیبوں سے استفادہ کیا، لیکن اخلاق میں جو ہمارے ہاں مذہب ہی کا ایک حصہ تصور کیا جاتا رہا، انہوں نے کبھی کسی غیر اسلامی مفکّر کے خیالات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ ایسے حالات میں قدیم یونانی اور جدید مغربی مفکّرین کی تحقیقات کی روشنی میں اسلامی اخلاقی اصولوں کو علمی حیثیت سے سمجھنا اور پیش کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

علم الاخلاق کا موضوع مندرجہ ذیل چند سوالوں سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ کیا انسانی اعمال کا مقصودِ اعلیٰ راحت ہے؟ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں ایک خاص عمل کرنا چاہئے یا کسی عام اصول مثلاً وعدہ ایفائی پر کاربند ہونا چاہئے، تو اس "چاہئے" سے کیا مراد ہے؟ کیا مجھ پر کوئی فرض عائد ہوتا ہے کہ میں اپنی اور دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کروں؟ اگر ایسا ہے تو ان دونوں بھلائیوں میں کیا صحیح نسبت ہونی چاہئے؟ انسانی اختیار کا مفہوم کیا ہے؟ کیا جذبات و خواہشات یا عقل عمل کے لئے صحیح راہنما ہیں؟ خیر و شر، نیک و بد، فرض اور ضمیر سے کیا مراد ہے؟

یہ تمام مسائل علم الاخلاق کا موضوع ہیں جس کا مقصد ان اصولوں کی تحقیق ہے، جس کی روشنی میں ہم انسانی اعمال کے مقاصد حقیقی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکیں۔ ایک اختیاری فعل کا مقصد وہ چیز ہے جس کے حصول کے لئے وہ عمل کیا جاتا ہے۔ بعض مقاصد ایسے ہیں جو زیادہ تر یا بالکل دوسرے مقاصد کے حصول کے لئے بطور ذریعہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دولت جو کئی انسانی اعمال کا مقصود ہوتی ہے۔ لیکن جو درحقیقت دوسرے مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ مقصد حقیقی یا مطلق وہ مقصد ہے جس کے حصول کی کوشش محض اس کی خاطر ہو، اور جس میں دوسرے مقاصد حاصل کرنے کا کوئی جذبہ موجود نہ ہو۔ ایسے ہی مقاصد مطلق سے تعلق علم الاخلاق کا خاص موضوع ہے، اور اسی بناء پر اس کا رشتہ علم الٰہیات سے وابستہ ہوتا ہے، جو ارسطو کی اصطلاح میں حقیقت مطلق کے بنیادی اصولوں سے بحث کرتا ہے۔

جب ہم مختلف افعال میں سے کسی ایک فعل کو اپنے ارادے سے اختیار کرتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے اس کو کیوں

بنا پر منتخب کیا، اور یہیں سے اخلاقی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ پوچھیں کہ علم ہندسہ کا مطالعہ کس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے تو تین مختلف جوابات دیئے جا سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ایک شخص کو اس علم سے فطرتاً رغبت ہے اور اس کے مختلف مسائل کو حل کرنے میں اسے اپنے جذبات کی تسکین کا موقع ملتا ہے۔ یہ ایک اخلاقی جواب ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ علم ہندسہ ان اشخاص کے لئے ایک خیر ہے جن کو اس میں فطرتاً دلچسپی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ علم دوسرے علوم مثلاً ہیئت، معماری اور انجینرنگ وغیرہ میں کام آتا ہے۔ یہ اخلاقی جواب نہیں۔ ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ علم ہیئت وغیرہ کو کن وجوہات کی بناء پر حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ انسانی جذبات کی تسکین کا موجب ہوتے ہیں۔ اور اس بنا پر اس عمل کو خیر (　　　) میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ علم ہیئت مثلاً جہاز رانی کے لئے سود مند ہے، اور جہاز رانی، تجارت، سفر اور جنگ کے لئے ضروری ہے۔ اگر اس طرح سوالات کا سلسلہ قائم رکھا جائے، تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان اعمال کو اختیار کرنے کی آخری وجہ یہ ہے کہ یہ انسانوں کو ایسے مقاصد کے حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں، جن کے حصول کی خواہش خود ان کی ذات کے لئے ہوتی ہے علم الاخلاق کا مقصد یہی ہے کہ چند واضح قوانین اور اصول وضع کئے جائیں جن کی روشنی میں ان مقاصد حقیقی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکے۔ تیسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم علم ہندسہ کا مطالعہ اس کی تعلیمی اہمیت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اخلاقیات کا یہ کام ہے کہ ان فطرتی دلچسپیوں کی حقیقی قدر کا اندازہ کرے جو تعلیم سے بروئے کار آتی ہیں۔

یہ تمام مختلف جوابات آخر کار ایک ہی نتیجہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ ہم مختلف ارادی افعال اس لئے کرتے ہیں۔ تاکہ بلاواسطہ یا بالواسطہ ایک یا زیادہ انسانی دلچسپیوں کی تسکین ہو سکے۔ ان کو اختیار اس لئے کیا جاتا ہے، کیونکہ یا تو وہ مقاصد حقیقی میں شامل ہوتے ہیں یا ان مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

یہاں اخلاقیات کا ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا انسان کی فطرتی دلچسپیوں کی تسکین ہی خیر ہے یا کوئی ایک اصول مطلق ایسا ہے جس کی روشنی ان دلچسپیوں کی حقیقی قدر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بعض مفکرین قدیم و جدید کا رجحان یہ رہا ہے کہ چونکہ یہ دلچسپیاں انسانی فطرت کا تقاضا ہیں، اس لئے ان کو پورا کرنا بھی ایک فطری امر ہے۔ لیکن اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے، تو اخلاقیات کا دائرہ عمل علم نفسیات سے زیادہ نہیں ہو گا۔ لیکن حقیقۃً ایسا نہیں۔ مندرجہ ذیل سوالات سے اس نقطہ نگاہ کی مشکلات خود بخود واضح ہو جاتی ہیں:۔

(۱) ایک فرد کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی تمام فطری خواہشات کی تسکین کر سکے۔ اور اس لئے وہ مجبور ہے کہ وہ کوئی ایسا اخلاقی اصول وضع کرے جس کی روشنی میں وہ کچھ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے انتخاب کرے اور باقی کو ترک کر دے۔

(۲) بعض دلچسپیاں ایسی ہیں، کہ اگر انسان ان کی تسکین میں ایک حد سے زیادہ منہمک ہو جائے، تو وہ دوسری فطری خواہشات کی تکمیل میں سدِّ راہ ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اگر انسان اپنے آپ کو جسمانی خواہشات کی تسکین کے سپرد کر دے، تو اس کی جسمانی اور ذہنی صحت اس درجے تک مضمحل ہو جاتی ہے کہ وہ دوسرے فطری تقاضوں کو پورا کرنے سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) ایک فرد کی خواہشات اکثر دوسرے افراد کی خواہشات سے متصادم ہوتی ہیں۔ اور اخلاقیات کا یہ کام ہے کہ ان د[و] کے درمیان کوئی درمیانی راستہ تلاش کرے۔

پس اخلاقیات کا صحیح موضوع عمل کے مقاصد کی صحیح قدر کا تعین اور اندازہ ہے۔ وہ چیز جو قدر کے لحاظ سے قابلِ اختیار [ہو] اخلاقیات کی اصطلاح میں خیر (GOOD) کہلاتی ہے، اور اس لئے علم الاخلاق کو علم خیر بھی کہا جاتا ہے۔ خیر کی اس اصول میں تعر[یف] کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس کی توضیح کی جا سکتی ہے۔ خواہش، ذوق اور خیر میں بہت گہرا ربط ہے۔ اگرچہ ہم افراد کی کسی خواہش کو (ج[ب تک]) اس کی دوسری خواہشات سے یا دوسرے افراد کی خواہشات سے متصادم ہوں) خیر نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ بعض جدید مغربی مفکر[ین] نے دعویٰ کیا ہے۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ خواہش کی تسکین بذاتہ خیر ہے۔ اس طرح وہ عمل بھی جو کوئی شخص ارادی طور پر م[حض] اسی کی خاطر اختیار کرتا ہے خیر میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس محدود معنی میں ہر جذبۂ لذت اور ہر پسندیدہ مقصد کا حصول مثلاً حصو[ل] میں کامیابی بھی خیر میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ خیر کا یہ تصور بالکل نامکمل، ناقص اور محدود ہے بعض تجربات لذت کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔ بعض [اوقات] دولت کا حصول اس کے مالک کے لئے اطمینان و سکون کا موجب نہیں ہوتا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص کی دولت ناجائز یا حر[ام] طریقے سے حاصل کی گئی ہے تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ اس کے جمع کرنے میں ایسے طریقے استعمال کئے گئے ہیں جن سے معاشرے کے دو[سرے] افراد کو نقصان پہنچا ہو۔ اور یہی مشکل منزل ہے، جہاں اخلاقیات کا مسئلہ اپنی پوری شدت سے سامنے آتا ہے۔ جب مختلف افعالِ خیر او[ر] اعمال ذوقیہ میں عملی طور پر تصادم رونما ہوتا ہے تو اس وقت فطرتاً ہمارے سامنے یہ مسئلہ ابھرتا ہے کہ ان مختلف افعال اور اعمال میں [سے] کس کو ترجیح دی جائے۔ ایک محدود خیر کا دوسرے محدود خیر سے مقابلہ کرتے ہوئے ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر وہ کونسا پیمانہ [یا] معیار ہے جس کی روشنی میں ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ ان مختلف اور متضاد اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ خیر کا حامل ہوگا۔ ایک عمل [کا] دوسرے عمل سے مقابلہ کرتے ہوئے ہم ان کے نتائج سے حاصل شدہ تسکین کیفیت، شدت اور دوران کا جائزہ لے سکے[تے] ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں سے کونسا عمل اس فرد کے یا دوسرے افراد کے اعمالِ خیر میں مد[د] دیتا یا رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اس طرح وقتی (یا عارضی) اور مستقل (یا پائدار) خیر کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔ اس جگہ اخلاقیات کے بنیادی مسئلے کو ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں، کہ اکثر اوقات وقتی خیر کو مستقل خیر کی خاطر قربان کرنا پڑتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسا کیوں کریں؟ حال کے فائدے کو نظر انداز کر کے مستقبل کی بھلائی کی تلاش کیوں کی جائے؟ یا [بحالتِ] اجتماعی خیر کی خاطر ذاتی خیر کو کیوں قربان کیا جائے؟ فلسفۂ اخلاق کی تاریخ میں ان سوالات کے مختلف جوابات ملتے ہیں۔ اور [ان] جوابات کا انحصار خواہ ہم ان سے متفق ہوں یا نہ آخر کار کسی نہ کسی اخلاقی معیار یا پیمانے پر ہوتا ہے جو مختلف مفکرین قدیم و جد[ید] نے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے وضع کئے ہیں۔

اخلاقی فرض عامل کا اس قانون سے شعوری تعلق کا نام ہے جو اس کے نزدیک اس کے خاص حالات میں بہترین

لائحہ عمل ہے، اور جس کی وہ پیروی کرنے کی استطاعت رکھتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص کو ایک خاص قانون کی پیروی کرنی چاہیئے تو اس کا مطلب صاف ہے کہ اس قانون کی پیروی اس کے ذمہ فرض ہے۔ فرائض تصور میں یہ چیز مضمر ہے کہ عامل کے سامنے اس سے رُوگردانی کرنا ممکن ہے یعنی اس میں یہ استطاعت ہے کہ وہ ان اعمال کے کرنے سے اعراض کرے جن کو وہ خود یا دوسرے اشخاص فرائض میں شمار کرتے ہیں۔ فرض کے تصور میں دوسری یہ چیز یہ بھی نمایاں ہے کہ یہ عمل اخلاقی معیار یا پیمانے کی رُو سے مختلف اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے۔ لیکن عملی زندگی میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض اعمال جو کسی شخص کو صحیح معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان کو اپنے فرائض میں شمار کرتے ہوئے ان کی پیروی کرتا ہے حقیقت میں صحیح نہیں ہوتے۔ یعنی معروضی نیک اعمال اور موضوعی نیک اعمال میں اکثر مطابقت نہیں ہوتی بعض سیاسی اور مذہبی متشددین اپنے غلط (لیکن ان کے خیال میں صحیح) تصورات کی خاطر اپنی زندگی بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اخلاقی فرض ایسی حالت میں بھی قابلِ عمل ہے جب کسی فرد کی رائے کسی اخلاقی مسئلے میں نادرست اور غلط ہو؟ کانٹ کا خیال ہے کہ اخلاقی فرض کا احساس ہی فرض ہے اور اس لئے ہر عمل جو اس بنا پر اختیار کیا جائے گا معروضی طور پر ہوگا ہم اس اصول کو تسلیم کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہر عامل دیانت داری سے کوشش کرے کہ جس چیز کو وہ صحیح اور حق سمجھتا ہے اس پر کاربند ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ ہر شخص کی انفرادی رائے اس کے عمل کو معروضی طور پر صحیح بنانے کے لئے کافی نہیں۔

انسان کے وہ اعمال جو اخلاقی قوانین کے احاطہ میں آتے ہیں وہ اعمال ہیں جو وہ ارادہ اور اختیار سے منتخب کرتا ہے اور جس کو کرنے سے ایک خاص مقصد اس کے ذہن میں کارفرما ہوتا ہے یہی اس عمل کی نیّت ہے۔ جو نتائج عملاً کسی فعل سے سرزد ہوتے ہیں وہ سبھی نیّت میں شامل نہیں ہو سکتے، کیونکہ کوئی انسان بھی اپنے افعال کے کلی نتائج کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ کسی مکان میں بجلی لگوانے کی نیّت تو صرف یہ ہوتی ہے کہ روشنی کا انتظام ہو سکے لیکن بعض حالات میں اسی بجلی سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے جو ابتدائی نیّت میں شامل نہیں ہوتی کسی عمل کے صحیح یا غلط قرار دینے میں نیّت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اخلاقیات میں نیّت کو خاص اہمیت حاصل ہے کسی عمل کے متعلق صرف اس کے نتائج کی روشنی میں اخلاقی فیصلہ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات کم علمی یا حالات سے ناواقفیت کی بناء پر ایک اچھی نیّت سے اختیار کردہ عمل بُرے نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے نیت اور نتائج دونوں کی مشترکہ روشنی ہی میں عمل کی اخلاقی قدر کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مختصراً ہم اخلاقیات کے مسائل کو مندرجہ ذیل شقوں میں بیان کر سکتے ہیں۔ (۱) انفرادی خیر کی نوعیت (۲) اجتماعی خیر کی نوعیت (۳) ان دونوں کا صحیح تعلق (۴) اخلاقی ماحول جس میں مختلف افراد کو اعمالِ خیر کی طرف ترغیب ہو سکے (۵) لذت اور خیر کا تعلق قدیم اخلاقیات کی روشنی میں (۶) فضائل و رذائل کی تشریح (۷) جدید اخلاقیات کی روشنی میں فرائض کی بنیاد (۸) انسانی اختیار کی نوعیت و وسعت (۹) انسانی خودی اور کردار (۱۰) اخلاق اور مذہب کا تعلق۔